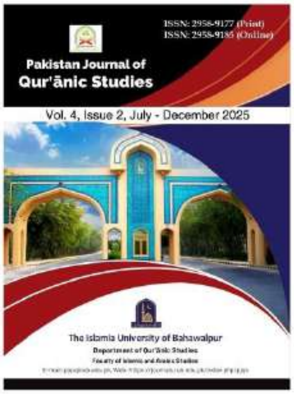

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185

Vol. 4, Issue 2, July – December 2025, Page no. 57-74

HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/289

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4253

Publisher: Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title **The Concept of Heavenly Gates in the Light of the Qur'an and the Bible: A Comparative Study.**

Author (s): **Dr. Rashida Parveen**
Postdoc Fellow Islamic Research Institute (IRI), Head / Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Women University Mardan.drrashida@wumardan.edu.pk

Dr. Hafiz Aftab Ahmad
Head Department of Comparative Study of World Religions, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad. aftab.ahmad@iiu.edu.pk

Received on: 25 November, 2025
Accepted on: 29 November, 2025
Published on: 01 December, 2025

Citation: Dr Rashida Parveen, and Dr. Hafiz Aftab Ahmad. 2025. " قرآن اور بائبل کی روشنی میں آسمانی دروازوں کا تصور : ایک تقابلی مطالعہ : The Concept of Heavenly Gates in the Light of the Qur'an and the Bible: A Comparative Study". *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 4 (2):57-74. https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4253.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

قرآن اور بائبل کی روشنی میں آسمانی دروازوں کا تصور: ایک تقابلی مطالعہ

The Concept of Heavenly Gates in the Light of the Qur'an and the Bible: A Comparative Study

Dr. Rashida Parveen
Postdoc Fellow Islamic Research Institute (IRI), International Islamic University, Islamabad, Head / Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Women University Mardan, drrashida@wumardan.edu.pk
Dr. Hafiz Aftab Ahmad
Head Department of Comparative Study of World Religions, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad, aftab.ahmad@iiu.edu.pk

Abstract

This postdoctoral research, "The Concept of Heavenly Gates: A Comparative Study of the Qur'an and the Bible", investigates the symbolic and theological significance of the "Heavenly Gates" (Abwāb al-Samā') within Islamic and Biblical traditions. Using a ***descriptive–comparative and hermeneutical method****, the study explores how sacred texts employ the imagery of celestial gates to convey spiritual truths, divine accessibility, and eschatological realities.*

Selected Qur'ānic verses (e.g., Al-A'rāf 7:40; Al-Ḥijr 15:14–15; Ṣād 38:50) are examined alongside Biblical passages (e.g., Genesis 28:17; Psalms 24:7–10; Revelation 21:12) through the interpretive frameworks of classical Muslim exegetes — Al-Qurṭubī, Al-Ṭabarī, Al-Rāzī, Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, and Dr. Israr Ahmad — and Christian commentators such as Matthew Henry and William Barclay.

The research employs ***qualitative hermeneutics*** *to uncover metaphoric, moral, and cosmological layers embedded within these texts. Findings suggest that both traditions depict the "opening" of the Heavenly Gates as symbolic of divine acceptance, revelation, and spiritual elevation, while their "closure" represents estrangement from the Divine Presence.*

Ultimately, this comparative analysis demonstrates that the Qur'anic and Biblical portrayals of the Heavenly Gates converge upon a shared metaphysical vision: the human soul's journey toward divine proximity and transcendence.

Keywords: *Concept, Heavenly, Gates, Comparative Study, Qur'an, Bible.*

Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4253.

تمہید:

یہ تحقیق بعنوان "آسمانی دروازوں کا تصور: قرآن و بائبل کا تقابلی مطالعہ" ایک فکری و معنوی جستجو ہے جس میں آسمانی دروازوں (ابوابُ السماء) کے روحانی، علامتی اور الٰہی مفاہیم کو اسلامی و مسیحی متون کے تناظر میں پرکھا گیا ہے۔

تحقیق کا طریقِ کار توصیفی و تقابلی (Descriptive–Comparative) ہے جس کے ذریعے مقدس متون میں مذکور آیات و اقتباسات کا لسانی، معنوی اور Hermeneutical, (معنوی، علامتی اور تشریحی) تجزیہ کیا گیا۔

قرآنِ مجید کی منتخب آیات (سورۃ الاعراف:40، سورۃ الحجر:14–15، سورۃ ص:50) اور بائبل کے منتخب مقامات (سفر پیدائش: 28:17، زبور: 7:24–10، کتابِ مکاشفہ: 21:12) کو مرکزی ماخذ کے طور پر اختیار کیا گیا۔ تجزیے میں کلاسیکی مفسرین — امام قرطبی، طبری اور فخر الدین رازی — کے ساتھ ساتھ علامہ آلوسی کی آرا سے بھی رہنمائی لی گئی، جبکہ معاصر علمی تناظر کے لیے امین احسن اصلاحی اور ڈاکٹر اسرار احمد کے فکری مباحث سے استفادہ کیا گیا۔ بائبل کے مطالعے میں Matthew Henry اور William Barclay کی توضیحات کو بھی معاونت کے طور پر شامل کیا گیا۔ تحقیق میں **تأویلی و معنوی مطالعے (Qualitative Hermeneutics)** کا طریقہ اپنایا گیا تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ "آسمانی دروازے" کا تصور صرف مادی نہیں بلکہ روحانی و معرفتی حقیقت کی علامت ہے۔

قرآن و بائبل دونوں میں ان دروازوں کا کھلنا الٰہی قرب، قبولیت اور روحانی بلندی کی نشانی ہے، جبکہ ان کا بند ہونا انکارِ حق، تکبر اور روحانی محرومی کی علامت۔

نتائج کے مطابق، دونوں مذاہب میں آسمانی دروازوں کا تصور انسان کے باطن کی تطہیر اور معرفتِ الٰہی تک رسائی کا استعارہ ہے۔ یوں یہ تقابلی مطالعہ ایک مشترک مابعد الطبیعیاتی (Metaphysical) تصور کو نمایاں کرتا ہے کہ انسانی روح کا اصل سفر انہی دروازوں کے کھلنے کے ذریعے ربّ کے قرب تک پہنچتا ہے۔

تعارف (Introduction):

انسان کی ازلی جستجو ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ وہ اپنے خالق سے رشتہ جوڑے اور اس عالمِ ناسوت سے عالمِ ملکوت تک رسائی حاصل کرے۔ مختلف مذاہب و تہذیبوں میں "آسمانی دروازے" کا تصور اسی باطنی خواہش کا روحانی اظہار ہے۔ یہ تصور صرف مابعد الطبیعیاتی (Metaphysical) علامت نہیں بلکہ انسان کے داخلی تجربے، ایمان، اور الوہی قرب کے احساس سے بھی جڑا ہوا ہے۔

اسلامی روایت میں "ابوابُ السماء" یا "دروازۂ آسمان" ایک ایسا مفہوم ہے جو وحی، قبولیتِ دعا، نزولِ رحمت، اور روحانی ارتقا کے ساتھ منسلک ہے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر آسمانی دروازوں کے کھلنے یا بند ہونے کا ذکر آیا ہے — کہیں یہ اہلِ ایمان کے لیے رحمت و نجات کی علامت ہیں، اور کہیں منکرینِ حق کے لیے انکار و حرمان (محروم) کی نشانی ہے۔
"یہ دروازے دراصل انسان کی روحانی آمادگی اور اس کی باطنی بصیرت کے کھلنے یا بند ہونے کا استعارہ ہیں۔"

اسی طرح **بائبل** میں بھی "Heavenly Gates" یا "Gates of Heaven" کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ قدیم عبرانی متون (Hebrew Scriptures) میں یہ دروازے خدا کی تجلی کے ظہور اور بندے کی قربت کے مقام کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔ Book of Genesis میں یعقوب علیہ السلام کا خواب — جس میں وہ آسمان تک جاتی سیڑھی دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں:

"This is none other than the house of God, and this is the gate of heaven."
(Genesis 28:17)

یعنی "یہ جگہ دراصل خدا کا گھر ہے، اور یہی آسمان کا دروازہ ہے۔"

یہ عبارت اس بات کی علامت ہے کہ "دروازۂ آسمان" انسان کے شعور اور الہامی ربط کے مابین ایک پل (bridge) کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن و بائبل کے ان متون میں آسمانی دروازوں کا ذکر دراصل انسان کی معرفتِ الٰہی (gnosis) اور قربِ خداوندی (divine intimacy) کے مراحل کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین و محدثین نے اس تصور کو محض فلکیاتی یا مادی معنی میں نہیں، بلکہ روحانی و اخلاقی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی۔

اس تحقیقی مطالعے کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ قرآن و بائبل میں مذکور آسمانی دروازوں کے تصور کو علامتی (symbolic) اور عرفانی (mystical) دونوں جہتوں سے سمجھا جائے، اور یہ واضح کیا جائے کہ دونوں الہامی متون انسان کے لیے معرفت و قربِ الٰہی کی ایک مشترک سمت پیش کرتے ہیں۔

منہجِ تحقیق (Methodology):

یہ تحقیق بنیادی طور پر توصیفی و تقابلی (Descriptive–Comparative) منہج پر مبنی ہے، جس میں معنوی، علامتی اور تشریحی (Hermeneutical) تجزیہ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ تحقیقی طریقہ کار میں مقدس متون قرآنِ مجید اور بائبل کے منتخب اقتباسات کو مرکزی ماخذ کے طور پر اختیار کیا گیا ہے، اور ان کے مفاہیم کو کلاسیکی و معاصر تفاسیر کی روشنی میں پرکھا گیا ہے۔

تحقیق کے لیے درج ذیل مراحل اختیار کیے گئے:

1. **متنی انتخاب (Textual Selection)**

قرآنِ مجید کی وہ آیات منتخب کی گئیں جن میں "ابوابُ السماء" یا آسمانی دروازوں کے ذکر سے روحانی یا اخلاقی پیغام اخذ ہوتا ہے؛ مثلاً سورۃ الاعراف (7:40)، سورۃ الحجر (15:14–15)، اور سورۃ ص (38:50)۔ اسی طرح بائبل میں Genesis 28:17, Psalms 24:7–10, اور Revelation 21:12 جیسے مقامات کو منتخب کیا گیا، جہاں "Heavenly Gates" یا "Gates of Heaven" کا ذکر معنوی شدت کے ساتھ موجود ہے۔

2. **تفسیری و تشریحی مطالعہ (Exegetical Analysis)**

قرآن کے حوالے سے القرطبی، آلوسی، الطبری، الرازی، امین احسن اصلاحی اور ڈاکٹر اسرار احمد کی تفاسیر سے مدد لی گئی، تاکہ "آسمانی دروازے" کے تصور کو مختلف فکری و روحانی جہات سے سمجھا جاسکے۔

بائبل کے مطالعے میں Matthew Henry, William Barclay, اور دیگر مسیحی مفسرین کی آراء کو تناظر میں رکھا گیا، تاکہ دونوں متون کے بیانیاتی اور علامتی پیرایوں کا تقابل کیا جاسکے۔

3. **Hermeneutical Framework:**

تحقیق میں Qualitative Hermeneutics کے اصول اپنائے گئے، یعنی متن کی صرف ظاہری لغوی تعبیر پر نہیں بلکہ اس کے پسِ منظر، استعاروں (metaphors)، اور باطنی معنویت (inner meanings) پر غور کیا گیا۔ اس طریقے نے یہ موقع فراہم کیا کہ قرآنی اور بائبلی بیانیے کو علامتی اور نفسیاتی دونوں جہتوں سے دیکھا جاسکے۔

4. **Comparative Synthesis:**

آخری مرحلے میں دونوں متون سے حاصل شدہ نتائج کا تقابل کیا گیا، تاکہ یہ واضح ہو کہ "آسمانی دروازوں" کا استعارہ قرآن و بائبل میں انسان اور خدا کے مابین ربط کی کن کن صورتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

تحقیق کی نوعیت کیفی (Qualitative) ہے؛ کسی شماریاتی یا مقداری طریقے کا استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ مطالعہ محض متون کی تشریح نہیں بلکہ ان کے روحانی، فکری، اور اخلاقی تناظر کی دریافت پر مبنی ہے، تاکہ قاری کو معلوم ہو کہ الہامی متون میں "دروازہ" دراصل معرفت اور قربِ الٰہی کی ایک استعاراتی علامت ہے، جو انسان کی اندرونی بصیرت کے کھلنے سے وابستہ ہے۔

قرآنی تصور: (Quranic Perspective)

قرآنِ مجید میں "آسمانی دروازوں" "ابوابُ السماء" کا تصور متنوع جہات رکھتا ہے. یہ کبھی رحمت اور قربِ الٰہی کی علامت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے، کبھی انکارِ حق کے نتیجے میں بند ہونے والے دروازوں کی نشانی بن جاتا ہے۔ یہ علامت انسان کی روحانی کیفیت، ایمان، اور باطنی آمادگی کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

"یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے"۔[1]

آلوسی کے نزدیک "آسمان کے دروازے نہ کھولے جانے" کا مطلب یہ ہے کہ

- اعمالِ صالحہ، دعائیں اور روحانی کیفیات اللہ تک نہیں پہنچتیں،
- اور بندے پر قبولیت و رحمت کے تمام راستے بند کر دیے جاتے ہیں۔

آلوسی اس آیت کو عقوبتِ معنوی (spiritual punishment) کے طور پر دیکھتے ہیں۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ تکبّر انسان کے لیے صعودِ الی اللہ)روحانی بلندی) کا راستہ منقطع کر دیتا ہے، کیونکہ آسمانی دروازے ارتقاءِ روحانی کی علامت ہیں۔ تکبّر کے ہوتے ہوئے انسان نورِ الٰہی کی طرف اٹھ ہی نہیں سکتا— گویا دروازہ کھلتا ہی نہیں۔[2]

یہ آیت بنیادی طور پر انکارِ وحی اور تکبرِ نفس کے نتیجے میں روحانی محرومی کی تمثیل ہے۔

امام قرطبی اس آیت میں "دروازوں" سے مراد وہ راستے لیتے ہیں جو بندے اور خدا کے درمیان رابطے کا وسیلہ ہیں۔ ان کے نزدیک جب انسان غرور میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی دعائیں اور نیک اعمال آسمان تک نہیں پہنچتے۔[3]

امام طبری نے اس آیت کو معرفت کے دروازوں کے استعارے کے طور پر پیش کیا: ان کے مطابق جو "دل حق سے غافل ہو جائے، اس پر علم و ہدایت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔"[4]

[1] Al-Qur’ān al-Majīd, Sūrat al-A‘rāf, Āyat 40, Ma‘ārif al-Qur’ān, Mufti Muhammad Taqi Usmani, Maktaba Ma‘ārif al-Qur’ān, Karachi, April 2008, Vol. 3, p. 215

[2] Ālūsī, Abū al-Thanā’ Shihāb al-Dīn, Rūḥ al-Ma‘ānī fī Tafsīr al-Qur’ān al-‘Aẓīm wa al-Sab‘ al-Mathānī, Jild 8, Ṣafḥah 82–83. Bayrūt: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī

[3] Al-Qurṭubī, Muḥammad bin Aḥmad, *Al-Jāmi‘ li-Aḥkām al-Qur’ān*, Bayrūt: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 2006, Jild 7, Ṣafḥah 42

[4] Al-Ṭabarī, Muḥammad bin Jarīr, *Jāmi‘ al-Bayān ‘an Ta’wīl Āy al-Qur’ān*, Qāhirah: Dār al-Ma‘ārif, 1992, Jild 8, Ṣafḥah 57.

فخر الدین رازی نے اس مفہوم کو ایک فلسفیانہ جہت دی ، وہ لکھتے ہیں کہ " یہ دروازے انسان کی ادراکی سطحوں (Cognitive Levels) کے استعارے ہیں؛ جب تکبر بڑھتا ہے، شعور و وجدان کے دروازے بند ہو جاتے ہی"۔[5]

امین احسن اصلاحی نے تدبرِ قرآن میں واضح کیا کہ یہاں آسمان سے مراد "عالمِ بالا" نہیں بلکہ رحمتِ الٰہی اور قربِ خداوندی کے مراتب ہیں۔ جو لوگ ضد اور تکبر میں اڑے رہتے ہیں، ان پر الہامی ربط کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔[6]

ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں "یہ دروازے دراصل ایمان کے راستے ہیں۔

"جب انسان اپنے نفس کو پاک نہیں کرتا تو اس کے اور ربّ کے درمیان روحانی مواصلت ختم ہو جاتی ہے"۔[7]

یوں قرآنِ مجید کی نظر میں "آسمان کے دروازے" کوئی مادی ساخت نہیں بلکہ وہ باطنی والہامی راستے ہیں جو انسان کی اخلاقی، روحانی اور ادراکی کیفیتوں کے مطابق کھلتے یا بند ہوتے ہیں۔ تکبّر ان تمام راہوں کے بند ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ(14) لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ(15)

"اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیتے اور وہ اس میں چڑھنے لگتے، تب بھی وہ کہتے کہ ہماری نگاہیں بند کر دی گئی ہیں؛ بلکہ ہم تو جادو زدہ ہیں۔[8] "

علامہ آلوسی ان دونوں آیات کی تشریح میں یہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ:

یہاں "آسمان میں ایک دروازہ کھول دینا" ایک فرضی مثال (hypothetical scenario) ہے جس سے انکارِ حق میں حد سے بڑھی ہوئی ہٹ دھرمی واضح ہوتی ہے۔ آلوسی کے مطابق اگر ان منکرین کے سامنے حسی ومشاہداتی معجزہ بھی رکھ دیا جائے، یہاں تک کہ وہ خود آسمان کی طرف چڑھتے ہوئے اسے دیکھ لیں، تب بھی یہ حقیقت کو تسلیم کرنے کے بجائے اپنی ادراکی کمزوریوں یا جادو زدہ ہونے کا بہانہ بنالیں گے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایسے لوگ دلیل اور نشانی سے متاثر نہیں ہوتے، کیونکہ ان کے دلوں پر ضد، تکبّر اور روحانی اندھاپن غالب آچکا ہوتا ہے۔[9]

---

5 Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, *Al-Tafsīr al-Kabīr (Mafātīḥ al-Ghayb)*, Bayrūt: Dār al-Fikr, 2001, Jild 9, Ṣafḥah 103

6 Iṣlāḥī, Amīn Aḥsan, *Tadabbur-i-Qur'ān*, Lāhor: Irfān al-Qur'ān Publications, 2003, Jild 5, Ṣafḥah 188.

7 Isrār Aḥmad, Dr., *Dars-e-Qur'ān*, Lāhor: Tanẓīm-e-Islāmī, 2005, Ṣafḥah 276

8 Al-Qur'ān al-Majīd, Sūrat al-Ḥijr, Āyāt 14–15, *Ma'ārif al-Qur'ān*, Jild 4, Ṣafḥah 91.

9 Ālūsī, Maḥmūd bin 'Abd Allāh, *Rūḥ al-Ma'ānī fī Tafsīr al-Qur'ān al-'Aẓīm wa al-Sab' al-Mathānī*, Jild 14, Ṣafḥāt 22–23. Bayrūt: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī

آلوسی اس کیفیت کو عقلی و روحانی رکاوٹ (spiritual blindness) قرار دیتے ہیں جو انسان کو اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے حق پر بھی آمادہ نہیں ہونے دیتی۔

روح المعانی میں آلوسی سورۃ الحجر کی ان آیات کو منکرین کی فکری ہٹ دھرمی کی گہری تمثیل کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ ان کے مطابق یہاں "آسمان کا دروازہ کھول دینا" اس حقیقت کی وضاحت ہے کہ بعض دل ایسے ضد اور انکار میں جکڑے ہوتے ہیں کہ اگر ان کے سامنے غیر معمولی اور براہِ راست معجزہ بھی رکھ دیا جائے، تب بھی وہ اسے قبول نہیں کرتے۔ آلوسی کے نزدیک یہ ردِ عمل محض تعجب یا خوف کا اظہار نہیں بلکہ ایک ایسی داخلی روحانی بے حسی ہے جو انسان کی بصیرت کو مسدود کر دیتی ہے۔ نتیجتاً، آسمان تک چڑھ کر بھی نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود وہ اسے سحر یا نظر بندی کا وہم قرار دیتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسئلہ معجزات کی کمی کا نہیں، بلکہ دل کی اس کیفیت کا ہے جو حق کے ادراک سے پہلے ہی خود کو بند کر دیتی ہے۔

یہ آیت انسان کی ادراکی ضد اور نفسیاتی انکار کی تصویر پیش کرتی ہے۔ **رازی** کے مطابق، یہاں "دروازۂ آسمان" دراصل انکشافِ حقیقت کی تمثیل ہے ، یعنی اگر بصیرت کے دروازے بند ہوں تو معجزہ بھی اثر نہیں کرتا۔[10]

اصلاحی کے نزدیک، ایمان محض مشاہدۂ معجزہ سے نہیں بلکہ دل کی آمادگی سے پیدا ہوتا ہے؛ "اگر آنکھیں کھل جائیں مگر دل بند رہیں تو آسمان کے دروازے بھی بے اثر ہیں۔"[11]

ڈاکٹر اسرار احمد اس نکتے کو مزید آگے بڑھاتے ہیں: "یہ آیات اس نفسیاتی کیفیت کو ظاہر کرتی ہیں کہ علمِ حق کے دروازے ان کے لیے کھل بھی جائیں تو وہ انہیں تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ دل کے تالے اب کھلنے کے نہیں"[12]

"جَنَّاتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ"

"ہمیشہ رہنے والی جنتیں، جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے"۔[13]

آلوسی اس آیت کی تفسیر میں "دروازوں کے کھلے ہونے" کو اہلِ ایمان کے لیے قربِ الٰہی، اکرام اور دائمی راحت کی علامت قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق جنت کے دروازوں کا پہلے سے کھلا ہونا اس بات کا اشارہ ہے کہ اہلِ ایمان کے لیے کوئی رکاوٹ، انتظار یا محاسبے کی ہولناکی نہیں ہوگی، بلکہ اُن کے لیے استقبال اور اعزاز کا ایک خاص اہتمام ہوگا۔ آلوسی لکھتے ہیں کہ یہ

---

[10] Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, *Al-Tafsīr al-Kabīr (Mafātīḥ al-Ghayb)*, Bayrūt: Dār al-Fikr, 2001, Jild 19, Ṣafḥah 14

[11] Iṣlāḥī, Amīn Aḥsan, *Tadabbur-i-Qur'ān*, Lāhor: Farāhī Trust, 2009, Jild 4, Ṣafḥāt 253–254

[12] Dr. Isrār Aḥmad, *Dars-e-Qur'ān: Sūrat al-Ḥijr*, Lāhor: Marqa' Qur'ān Academy, 2005, Ṣafḥah 78.

[13] Al-Qur'ān al-Karīm, Sūrat Ṣād, Āyat 50

کھلے دروازے جنت کی وسعتِ رحمت، اطمینانِ قلب اور روحانی آزادی کی علامت ہیں، جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ اہلِ تقویٰ کے لیے داخلہ نہ صرف آسان، بلکہ عزت افزائی کے ساتھ ہو گا۔ ان کے نزدیک یہ کیفیت جنتیوں کے مقامِ قرب اور اللہ کی رضا کے ایک منفرد پہلو کو ظاہر کرتی ہے—ایسا مقام جہاں نعمتیں بند نہیں ہوتیں اور دروازے کبھی بند نہیں کیے جاتے۔

یہ آیت اہلِ ایمان کے لیے رحمت و قربتِ خاص کی علامت ہے۔

قرطبی کے نزدیک یہاں "دروازوں کا کھلنا" ابدی عزت اور روحانی آزادی کی علامت ہے"[14]

رازی کے مطابق یہ آیت اس بات کا بیان ہے کہ جو لوگ دنیا میں حق کے لیے اپنے باطن کے دروازے کھولتے ہیں، ان کے لیے آخرت میں حقیقی آسمانی دروازے کھول دیے جاتے ہیں"[15]

اصلاحی اس نکتے کو مزید گہرا کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ دروازے اُن دلوں کے لیے کھلے ہیں جنھوں نے دنیا میں اپنے اندر ایمان کا دروازہ کھولا تھا"[16]

خلاصۂ تجزیہ:

قرآنِ مجید میں "آسمانی دروازے" صرف مافوق الفطرت حقیقت نہیں، بلکہ انسان کے باطنی ارتقاء اور روحانی بصیرت کا استعارہ ہیں۔ جب بندہ تواضع، ایمان، اور اخلاص اختیار کرتا ہے تو اس کے لیے قبولیت اور معرفت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جب تکبر، جہالت یا غفلت پیدا ہو تو وہی دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یوں "ابواب السماء" کا تصور قرآن میں انسانی شعور اور الوہی قرب کے مابین رابطے کی علامت کے طور پر ابھرتا ہے۔

بائبل کا تصور: (Biblical Perspective)

بائبل میں "Heavenly Gates" یا "Gates of Heaven" کا تصور بار بار آتا ہے ۔ یہ دروازے کبھی خدا کی حضوری (Presence of God)، کبھی قبولیتِ دعا، اور کبھی نجات و مکاشفہ کی علامت کے طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ یہ دروازے انسان اور خالق کے درمیان روحانی مواصلت (Spiritual Communion) کے استعارے ہیں۔

"This is none other than the house of God, and this is the gate of heaven."[17]

ترجمہ: "یقیناً یہ جگہ خدا کا گھر ہے، اور یہی آسمان کا دروازہ ہے۔" یہ وہ لمحہ ہے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو خواب میں ایک

---

[14] Al-Qurṭubī, Muḥammad bin Aḥmad, *Al-Jāmi' li-Aḥkām al-Qur'ān*, Bayrūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2006, Jild 15, Ṣafḥah 245

[15] Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad bin 'Umar, *Al-Tafsīr al-Kabīr (Mafātīḥ al-Ghayb)*, Bayrūt: Dār al-Fikr, 2001, Jild 26, Ṣafḥah 118

[16] Iṣlāḥī, Amīn Aḥsan, *Tadabbur-i-Qur'ān*, Lāhor: Farāhī Trust, 2009, Jild 6, Ṣafḥah 312.

[17] The Holy Bible, *King James Version*, Nashville: Thomas Nelson Publishers, 1982, Genesis 28:17.

سیڑھی دکھائی دیتی ہے جو زمین سے آسمان تک جاتی ہے، اور فرشتے اس پر چڑھتے اترتے نظر آتے ہیں۔ یہ منظر خدا اور انسان کے درمیان ایک براہِ راست روحانی رابطے کی علامت ہے۔

Matthew Henry اس خواب کو "مکاشفۂ قربِ الٰہی" قرار دیتے ہیں ۔ ان کے نزدیک "یہ دروازہ اس روحانی راستے کی علامت ہے جس کے ذریعے انسان کی دعا آسمان تک پہنچتی ہے اور خدا کی رحمت زمین پر اترتی ہے"[18]

William Barclay کے مطابق، "Gate of Heaven" انسان کے **Spiritual Awareness** کی علامت ہے ، یعنی جب دل ایمان سے روشن ہوتا ہے تو زمین پر بھی خدا کی حضوری محسوس ہوتی ہے۔[19]

"Lift up your heads, O ye gates; and be ye lifted up, ye everlasting doors; and the King of glory shall come in."[20]

ترجمہ: "اے دروازو، اپنے سر بلند کرو، اور اے ابدی دروازو، اٹھو تاکہ جلال کا بادشاہ داخل ہو"۔

یہ مقام بائبل کی شاعرانہ وروحانی علامتوں میں سے ایک اعلیٰ مثال ہے۔ یہاں دروازے خود سے بلند ہونے کے لیے پکارے جا رہے ہیں ۔ گویا انسان کے باطن کے دروازے ہوں جو ایمان اور توبہ سے کھلنے کے منتظر ہیں۔

Matthew Henry لکھتے ہیں کہ یہ آیت دراصل دل کے دروازوں کے لیے استعارہ ہے جو خدا کے جلال کے نزول کے لیے کھلنے چاہئیں۔

Dunn اس کو ایک "Spiritual Transformation Metaphor" کہتے ہیں ۔

"The gates and doors of the heart are to be opened to him, as possession is delivered to the rightful owner."[21]

یعنی بندہ جب خود کو خدا کے لیے کھول دیتا ہے تو وہ دروازے دراصل آسمانی بن جاتے ہیں۔

---

[18] The Holy Bible, King James Version. Nashville: Thomas Nelson Publishers, 1982, Genesis 28:17

[19] Barclay, William. *The Gospel of Luke.* The Daily Study Bible (Revised Edition). Philadelphia: The Westminster Press, 1975. ISBN: 0-664-21303-0

[20] The Holy Bible, *King James Version*. Nashville: Thomas Nelson Publishers, 1982, ISBN 978-1404106604.Psalm24:7.

[21] Matthew Henry, *Matthew Henry's Complete Commentary on the Whole Bible*, Commentary on Psalm 24:7-10.

"And had a wall great and high, and had twelve gates, and at the gates twelve angels."[22]

ترجمہ: "اور اس کی دیوار بڑی اور اونچی تھی، اور اس میں بارہ دروازے تھے، اور ان دروازوں پر بارہ فرشتے مقرر تھے۔"

کتابِ مکاشفہ میں نئی یروشلم کا جو منظر پیش کیا گیا ہے، وہ نجات یافتہ انسانیت کے لیے قربِ الٰہی اور ابدی امن وسعادت کی علامت ہے۔ بارہ دروازوں اور ان پر مامور فرشتوں کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اب خدا کی حضوری تک پہنچنے کا راستہ ہمیشہ کے لیے کھلا ہے اور اہلِ ایمان کے لیے داخلے پر کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔ William Barclay اس تصور کو "Permanent Accessibility to Divine Presence" سے تعبیر کرتے ہیں—یعنی ایسے لوگ جنہوں نے دنیا میں ایمان کے دروازے کھولے رکھے، آخرت میں اُن کے لیے آسمانی دروازے ہمیشہ کے لیے کھول دیے جائیں گے، جہاں وہ براہِ راست خدا کی رحمت اور قرب کے مقام میں داخل ہوں گے۔ یہ منظر نہ صرف آخرت کی عزت وابدیت کا شعور بخشتا ہے بلکہ انسانی روح کے اس سفر کی تکمیل کی علامت ہے جو ہمیشہ اپنے خالق تک رسائی کی طلب میں رہتی ہے۔

یہ اقتباس بائبل کی آخری کتاب Revelation سے ہے، جہاں "Heavenly City" یعنی نئی یروشلم کی منظر کشی کی گئی ہے۔ یہاں دروازوں کی کثرت اور فرشتوں کی موجودگی نجات یافتہ انسانیت کے روحانی مقام کو ظاہر کرتی ہے۔ Barclay اس کو "Permanent Accessibility to Divine Presence" کہتے ہیں. یعنی نجات یافتہ روحیں ہمیشہ کے لیے خدا کی حضوری میں داخل ہو جاتی ہیں۔

Henry کے مطابق، یہ بارہ دروازے بنی اسرائیل کی بارہ قبائل کی علامت ہیں. یعنی نجات کا دروازہ سب کے لیے کھلا ہے۔ یہ تصور قرآن کے "جنّات عدن مفتّحةً لهم الابواب" سے معنوی مشابہت رکھتا ہے۔

تجزیہ وتقابل:

بائبل میں "Heavenly Gates" کبھی آسمان تک رسائی کی علامت ہیں، کبھی وحی اور دعا کے راستے، اور کبھی آخرت کے جلالی مکاشفے کا استعارہ۔ یہ دروازے صرف مادی دروازے نہیں بلکہ دل کے دروازے ہیں، جو ایمان، توبہ، اور خدا سے تعلق کے نتیجے میں کھلتے ہیں۔ قرآن کی طرح، بائبل بھی اس بات پر زور دیتی ہے کہ آسمانی دروازے صرف ظاہری نہیں بلکہ باطنی تبدیلی سے کھلتے ہیں۔ جب انسان کی نیت اور قلبی کیفیت خالص ہو جاتی ہے، تو خدا خود اس کے لیے "دروازے" کھول

---

[22] *The Holy Bible, King James Version*, Nashville: Thomas Nelson Publishers, 1982, Book of Revelation 21:12.

دیتا ہے۔ یوں دونوں متون اس حقیقت پر متفق ہیں کہ آسمان کا دروازہ انسان کے اندر سے کھلتا ہے یعنی بندہ جب اپنے باطن کو پاک کرتا ہے تو وہ دروازہ الٰہی قرب کا وسیلہ بن جاتا ہے۔

روحانی تناظر میں "دروازہ":

اسلامی تصوف میں "دروازہ" انسان کے اندر کے اس مقام کی علامت ہے جہاں سے **نورِ الٰہی** داخل ہوتا ہے۔ جب دل زنگ آلود ہو جائے تو وہ دروازہ بند ہو جاتا ہے؛ اور جب تزکیۂ نفس کے ذریعے دل صاف ہو جائے تو "بابُ السماء" اندر سے کھل جاتا ہے۔

اسی حقیقت کو **امام غزالی** نے احیاء العلوم میں اس طرح بیان کیا: "دل ایک قلعہ ہے، جس کے دروازے خواہشات بند کر دیتے ہیں اور ذکرِ الٰہی اسے کھول دیتا ہے۔"[23]

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے نزدیک آسمانی دروازے محض خارجی مظاہر نہیں بلکہ مراتبِ ادراک ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: "آسمان وہ نہیں جو سر کے اوپر ہے، بلکہ وہ جو دل کے اندر ہے؛ ہر دروازہ ایک معرفت ہے جو کھلنے پر بندے کو رب کی ایک نئی تجلی دکھاتی ہے"[24]

مولانا جلال الدین رومی نے مثنوی میں اس تصور کو عشقی تمثیل میں یوں بیان کیا: "دل کا دروازہ اگر عشق سے کھلے تو فرشتے بھی اس کے اندر سجدہ کریں"[25] رومی کے نزدیک آسمانی دروازے وہ باطنی راستے ہیں جو انسان کو عشقِ حقیقی کی طرف لے جاتے ہیں یہیں سے روح خدا کی طرف پرواز کرتی ہے۔

مسیحی روحانیت میں "Heavenly Gates"

عیسائی عرفان میں بھی "Heavenly Gates" محض فلکی یا طبعی حقیقت نہیں بلکہ اندرونی مکاشفے (Inner Revelation) کی علامت ہے۔

Teresa of Avila نے اپنی مشہور تصنیف The Interior Castle میں لکھا:

"روح میں کئی دروازے ہیں؛ ایک ایک کر کے جب کھلتے ہیں تو انسان اپنے رب کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔"[26]

---

[23] Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyā' 'Ulūm al-Dīn*, Bayrūt: Dār al-Ma'rifah, 1990, Jild 2, Ṣafḥah 443

[24] Ibn 'Arabī, Muḥyī al-Dīn, *Al-Futūḥāt al-Makkīyah*, Bayrūt: Dār al-Kutub al-'Arabīyah, 1985, Jild 1, Ṣafḥah 62.

[25] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-i-Ma'nawī*, Taṣḥīḥ: Nicholson, Tehrān: Dār al-Kutub, 1986, Daftar Duvvum, Bayt 2385.

[26] Teresa of Avila, *The Interior Castle*, London: Penguin Classics, 2007, p. 59.

اسی طرح **Meister Eckhart** کے نزدیک خدا کے دروازے باہر نہیں بلکہ اندر کھلتے ہیں:

"The kingdom of God is within you; when the soul becomes empty of itself, all gates to heaven open."[27]

"خدا کی بادشاہی تمہارے اندر ہے؛ جب روح اپنی خودی سے خالی ہو جاتی ہے، تب تمام آسمانی دروازے کھل جاتے ہیں۔" ان عارفین کے نزدیک "دروازہ" دراصل تبدیل شدہ شعور کی علامت ہے۔ جب انسان اپنی خواہشات سے آزاد ہو کر معرفتِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ دروازے جو پہلے بند تھے، کھلنے لگتے ہیں۔

تقابلی مطالعہ:

اسلامی اور مسیحی دونوں روحانی روایتیں "دروازے" کو باطن کے سفر سے جوڑتی ہیں۔ اسلامی صوفیہ کے نزدیک "بابُ السماء" دل کے اس مقام پر کھلتا ہے جہاں یقین اور ذکر مل کر ایمان کو زندہ کرتے ہیں۔ عیسائی عارفین کے نزدیک "Gate of Heaven" اس وقت کھلتا ہے جب انسان اپنی انا، خوف، اور گناہوں کی قید سے آزاد ہو جائے۔ یہ تقابل ظاہر کرتا ہے کہ دونوں روایات میں آسمانی دروازے انسانی نفس سے الوہی روح تک کے سفر کا استعارہ ہیں۔ قرآن اور بائبل دونوں میں دروازوں کا ذکر اس لمحے کے لیے ہے جب انسان کا باطن خدا کی تجلی کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ روحانی معنی: "آسمانی دروازے" وہ باطنی مقام ہیں جہاں دل، عقل، اور روح ہم آہنگ ہو کر خالق کے نور کو قبول کرنے لگتے ہیں۔ یہی وہ لمحہ ہے جسے قرآن ان کے لیے "آسمان کے دروازے کھول دیے گئے" اور بائبل "The King of Glory shall come in" کے الفاظ سے تعبیر کرتی ہے۔ دونوں مذاہب میں یہ دروازے؛

- ایمان کی روشنی سے کھلتے ہیں،
- نفس کے اندھیروں سے بند ہوتے ہیں، اور
- روح کی پاکیزگی سے دوبارہ روشن ہو جاتے ہیں۔

یوں عرفانی اعتبار سے "بابُ السماء" دراصل انسان کے اندر کا دروازہ ہے ۔ جہاں سے خدا کی روشنی داخل ہوتی ہے اور انسان کی روح عروج پاتی ہے۔

مابعد الطبیعی جہت:

اسلامی فلسفے میں "آسمان" ہمیشہ مراتبِ وجود (Hierarchy of Being) کی علامت رہا ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا: کہ

[27] Eckhart, Meister, *Sermons and Treatises*, New York: Paulist Press, 1981, p. 94.

"آسمان سے مراد محض فضا نہیں بلکہ عالمِ امر ہے، جہاں سے حقائقِ الٰہی نازل ہوتے ہیں، جب انسان اپنے شعور کو پاک کرتا ہے تو وہ عالمِ امر کے دروازوں سے روشنی پاتا ہے۔"[28]

اسی طرح **علامہ اقبال** نے تشکیلِ جدیدِ الٰہیاتِ اسلامیہ میں "باب السماء" کو انسانی خودی کے کمال سے جوڑا، "انسان کے اندر خودی جب بیدار ہوتی ہے تو وہ زمین کی قید سے آزاد ہو کر آسمان کے دروازے کھول دیتی ہے"[29]۔ اقبال کے نزدیک یہ دروازے وجودی آزادی (existential freedom) کی علامت ہیں، جہاں انسان اپنی روح کو الوہی ارادے سے ہم آہنگ کرلیتاہے۔ فلسفیانہ اعتبار سے "دروازہ" یہاں Boundary Metaphor کے طور پر کام کرتا ہے۔ یعنی وہ حد جس کے پار انسانی شعور خدا کے شعور سے ہم کلام ہوتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جسے قرآن "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ" کے ذریعے ظاہر کرتا ہے کہ انسان جب تکبر میں ہو تو حقیقت کے دروازے بند رہتے ہیں، اور جب تواضع میں ہو تو یہی دروازے کھل جاتے ہیں۔

معرفت و عقل کے مابین تعلق قرآن و بائبل دونوں میں آسمانی دروازوں کا کھلنا عقل و وحی کے امتزاج کی نشانی ہے۔ قرآن کا یہ جملہ "**فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ**" "درحقیقت عقل کی حد سے آگے وحی کی سطح کی طرف اشارہ ہے۔"[30]

اسی طرح **Thomas Aquinas** کے نزدیک،

"Reason prepares the soul for faith, but it is revelation that opens the gates of heaven."[31]

"عقل روح کو ایمان کے لیے تیار کرتی ہے، مگر وحی ہی ہے جو آسمان کے دروازے کھولتی ہے"

فلسفے کی زبان میں، یہ تصور "epistemic ascent" کہلاتا ہے ، یعنی علم کے درجوں میں وہ بلندی جہاں انسان اپنے محدود حواس سے نکل کر ایک بالاتر فہم تک پہنچتاہے۔ قرآن و بائبل دونوں اسی سفر کو "دروازوں کے کھلنے" کی علامت سے بیان کرتے ہیں۔

---

[28] Dehlawī, Shāh Walī Allāh, *Ḥujjatullāh al-Bālaghah*, Qāhirah: Al-Maktabah al-Salafīyah, 1933, Jild 1, Ṣafḥah 72

[29] Iqbal, Muḥammad, *Tashkīl-i-Jadīd-i-Ilāhiyāt-i-Islāmīyah* (Tarjumah: Sayyid Nazīr Niyāzī), Lāhor: Bazm-i-Iqbal, Ṣafḥah Khatta Chahārum, 142, 174

[30] Al-Qur'ān al-Majīd, Sūrat al-Ḥijr, Āyah 15

[31] Thomas Aquinas. *Summa Theologica,* Trans. Fathers of the English Dominican Province, 1947.

وجودی تعبیر:

وجودی فلسفے میں انسان کا المیہ یہی ہے کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہے۔

Kierkegaard کے نزدیک ایمان کا پہلا قدم "Leap beyond reason" ہے ، اور یہی وہ لمحہ ہے جب انسان حقیقت کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔[32]

قرآن بھی اسی نکتے پر روشنی ڈالتا ہے کہ ایمان صرف دلیل سے نہیں، بلکہ وجودی تسلیم (existential surrender) سے پیدا ہوتا ہے ، "وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ"۔[33] یعنی ایمان کا دروازہ بندے کے اختیار سے نہیں، اللہ کے اذنِ خاص سے کھلتا ہے۔

اسی طرح **Paul Tillich** ایمان کو "The State of Ultimate Concern" کہتا ہے : یعنی وہ باطنی کیفیت جس میں انسان اپنے سارے خوف اور سوالات کو خدا کے حضور سونپ دیتا ہے، اور یہی کیفیت دروازۂ آسمان کو کھول دیتی ہے۔[34]

فلسفیانہ خلاصہ:

فکری اعتبار سے "آسمانی دروازے" انسان کے شعور اور الوہی حقیقت کے درمیان رابطے کی حد کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ دروازے عقل، ایمان، اور روح کے درمیان اس مکالمے کی علامت ہیں جس کے ذریعے انسان مادی دنیا سے نکل کر ماورائی شعور تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

اسلامی مفکرین کے نزدیک یہ دروازے تزکیۂ نفس، عشقِ الٰہی، اور علمِ یقین سے کھلتے ہیں؛ جبکہ عیسائی فلسفیوں کے نزدیک یہ ایمان، نجات، اور وحی کے تجربے سے روشن ہوتے ہیں۔ یوں دونوں روایتیں اسلامی اور مسیحی اس نکتے پر متحد ہیں کہ "آسمانی دروازے" دراصل انسان کے اندر موجود وہ راستے ہیں جن سے حقیقت کا نور داخل ہوتا ہے۔

نتائج و موازنہ: (Findings and Comparative Analysis)

یہ حصہ تحقیق کے تمام ابواب کا نچوڑ ہے، جس میں قرآنِ مجید اور بائبل دونوں میں "آسمانی دروازوں" کے تصور کا فکری، روحانی اور علامتی تقابل پیش کیا گیا ہے۔

---

[32] Kierkegaard, S. (1843). *Fear and trembling* (A. Hannay, Trans.). Penguin Classics, 1985, pg. 65–67.
[33] Al-Qur'ān al-Majīd, Sūra Yūnus, Āyah 100
[34] Tillich, P. (1957). *Dynamics of faith.* Harper & Row. (pp. 1–3, 7–9)

یہ تقابل ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ دونوں الہامی متون اپنے اسلوب اور زبان میں مختلف ہیں، مگر ان کا مقصد ایک ہی ہے کہ انسان کو باطن کے دروازے کھول کر حقیقتِ الوہیت تک پہنچانا۔

قرآنی و بائبلی تصور کا تقابل:

قرآنِ مجید	بائبل	پہلو
"ابوابُ السّماء" یعنی آسمان کے دروازے جو ایمان اور تکبر کی آزمائش کا استعارہ ہیں	"Gates of Heaven" یعنی آسمان کے دروازے جو روحانی نجات اور خدا کے قرب کی علامت ہیں۔	مرکزی علامت
قرآن میں یہ دروازے دل اور عمل کے علامتی دروازے ہیں، جو نیکی اور ایمان سے کھلتے اور تکبر سے بند ہو جاتے ہیں۔	بائبل میں یہ دروازے خدا سے ملاقات اور دعا کے راستے ہیں، جو دل کی صفائی سے کھلتے ہیں۔	روحانی مفہوم
قرآن میں یہ تصور تزکیۂ نفس، ایمان اور قربِ الٰہی کے مختلف درجات کی علامت کے طور پر آتا ہے۔	یہاں دروازہ نجات، مکاشفہ، اور خدا سے روحانی ملاپ (Divine Communion) کی تمثیل ہے۔	باطنی معنی
اسلامی تصوف میں دروازہ دل کا استعارہ ہے، جو ذکرِ الٰہی سے کھلتا اور غفلت سے بند ہوتا ہے۔	مسیحی صوفیانہ روایت میں دروازہ اندرونی قلعہ (Inner Castle) میں داخل ہونے کا نشان ہے۔	عرفانی جہت
قرآن میں یہ تصور انسان کی روحانی بلندی، شعورِ خودی، اور ادراکِ الٰہی کے سفر کو بیان کرتا ہے۔	بائبل میں یہ ایمان اور روح کے ملاپ کو ظاہر کرتا ہے، جو عقل سے آگے کی بصیرت ہے۔	فلسفیانہ تعبیر

مشترکہ نکات:

1. **دروازہ بطورِ استعارہ:** دونوں متون میں "دروازہ" محض مادی ساخت نہیں بلکہ ادراکی و روحانی تبدیلی کی علامت ہے۔ انسان جب اپنے باطن کو خدا کے لیے کھولتا ہے تو وہی لمحہ "آسمانی دروازے" کے کھلنے کا لمحہ بن جاتا ہے۔
2. **ایمان اور قربتِ الٰہی:** قرآن کہتا ہے "جَنّاتِ عَدْنٍ مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ" "ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جائیں گے" اور بائبل میں ہے "Lift up your heads, O ye gates"۔ "اے دروازو! بلند ہو جاؤ"۔

دونوں جگہ "دروازہ" ایمان، اطاعت، اور روحانی آمادگی کے نتیجے میں کھلتا ہے۔

3. **باطنی سفر:** دونوں الہامی متون انسان کو خود کے اندر جھانکنے کی دعوت دیتے ہیں۔ قرآن اسے "تزکیہ" کہتا ہے، بائبل اسے "spiritual rebirth"۔ دونوں میں اندرونی صفائی کے بغیر دروازہ نہیں کھلتا۔

4. **تکبر و انکار کا انجام:** قرآن میں آسمان کے دروازے انکارِ حق پر بند ہو جاتے ہیں، جب کہ بائبل میں نجات کے دروازے صرف "پاک دلوں" کے لیے کھلے ہیں۔ دونوں بیانیے اس بات پر متفق ہیں کہ دل کا تکبر آسمان کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔

اختلافی پہلو:

1. **آخرت بمقابلہ نجات:** قرآن میں "دروازے" کا آخری مظہر جنت کے دروازوں کی صورت میں ہے، یعنی ابدی سکون کا مقام۔ جب کہ بائبل میں یہ دروازے "salvation" یعنی نجات کی تکمیل کی علامت ہیں۔

2. **وحی اور تجربہ:** قرآن میں آسمانی دروازے وحی اور ایمان کے درمیان تعلق کی علامت ہیں، جب کہ بائبل میں یہ زیادہ تر تجرباتی مکاشفے (visions) سے وابستہ ہیں۔

3. **تعبیر کی نوعیت:** قرآن کا اسلوب بیانی و اخلاقی ہے— بائبل کا اسلوب شاعرانہ و تمثیلی— مگر دونوں کا ہدف ایک ہی ہے: خدا کی قربت۔

▪ خلاصہ نتائج

قرآن و بائبل دونوں "آسمانی دروازوں" کو خدا کی حضوری، ایمان کی سچائی، اور روحانی بلندی کا استعارہ مانتے ہیں۔ یہ دروازے محض فلکیاتی حقیقت نہیں بلکہ انسان کی باطنی ترقی کے مراحل کی علامت ہیں۔ قرآن میں یہ تصور اخلاقی و روحانی طہارت سے جڑا ہے، جبکہ بائبل میں یہ تصور مکاشفاتی تجربے اور نجات کے وعدے سے منسلک ہے۔

یوں تقابل کے نتیجے میں واضح ہوتا ہے کہ:

- "دروازے" بند نہیں ہوتے بلکہ انسان خود انہیں بند کرتا ہے۔
- خدا ہر دور میں انسان کے اندر "دروازۂ حق" کھولنے کے لیے دعوت دیتا ہے۔
- ایمان، توبہ، اور روحانی بیداری وہ چابیاں ہیں جو ہر مذہب میں ان دروازوں کو کھولتی ہیں۔

نتیجہ: (Conclusion)

یہ تحقیق "آسمانی دروازوں کے تصور" کو قرآن و بائبل کے تناظر میں ایک جامع، فکری اور روحانی مطالعہ کے طور پر پیش کرتی ہے۔ مطالعے کے دوران یہ حقیقت سامنے آئی کہ دونوں الہامی متون میں "دروازے" کا تصور محض ایک فزیکل یا مافوق الفطرت مظہر نہیں، بلکہ انسانی شعور، اخلاقی طہارت، اور روحانی آمادگی کی علامت ہے۔

قرآنِ مجید کے نزدیک "ابوابُ السماء" ایمان، توبہ، اور تواضع سے کھلنے والے راستے ہیں۔ جب انسان اپنی حدوں کو پہچان لیتا ہے اور خالق کے سامنے جھک جاتا ہے تو اس کے لیے معرفت و قرب کے وہ دروازے کھل جاتے ہیں جنہیں تکبر اور غفلت نے بند کر رکھا تھا۔ اسی مفہوم کو بائبل میں "Gates of Heaven" کے ذریعے پیش کیا گیا ہے، جہاں دروازے دل کی تطہیر اور نجات کی تکمیل کی علامت ہیں۔

دونوں الہامی کتب کی روحانی زبان بتاتی ہے کہ آسمانی دروازے دراصل اندرونی تبدیلی کے اشارے ہیں۔ انسان جب اپنے باطن کی صفائی کرتا ہے، تو خدا کے ساتھ اس کا رابطہ استوار ہوتا ہے۔ یہی لمحہ آسمان کے دروازے کے کھلنے کا لمحہ ہے۔ اسلامی صوفیہ اور مسیحی عارفین نے اس مفہوم کو تجرباتی سطح پر محسوس کیا۔ رومی، ابن عربی، غزالی، اور Teresa of Avila سب نے "دروازے" کو دل کے اندر موجود اس مقام سے تعبیر کیا جہاں سے الوہی روشنی داخل ہوتی ہے۔ فلسفیانہ طور پر دیکھا جائے تو "دروازہ" عقل اور ایمان کے ملاپ کا استعارہ ہے۔ یہ وہ حد ہے جہاں انسان کی محدود عقل ختم ہوتی ہے اور ایمان کی روشنی شروع ہوتی ہے۔

Thomas Aquinas، Kierkegaard، اور علامہ اقبال تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ ایمان کے دروازے عقل کی زمین پر کھلتے ہیں مگر وحی کی فضا میں کھلتے رہتے ہیں۔

تحقیق کے اختتامی مرحلے پر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ:

1. "آسمانی دروازے" انسانی روح کے مراحلِ بیداری کی علامات ہیں۔
2. ان کے کھلنے یا بند ہونے کا تعلق انسان کے اخلاقی رویّے، نیت اور شعور سے ہے۔
3. قرآن و بائبل دونوں انسان کو اپنے اندر جھانکنے اور دروازۂ ایمان تلاش کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔
4. مذہبِ الٰہی کی اصل روح یہی ہے کہ انسان خود اپنی روح کے دروازے پر دستک دے کیونکہ خدا باہر نہیں، بلکہ اسی دروازے کے پار دل کے اندر موجود ہے۔

یوں "آسمانی دروازے" محض ایک علامت نہیں، بلکہ انسان کے سفر ایمان، شعور اور قربِ الٰہی کا فلسفیانہ و روحانی خلاصہ ہیں۔